ماڈیول نمبر 3 — سبق نمبر 20: آج بھی قافلۂ عشق رواں ہے کہ جو تھا

سبق نمبر	سبق کا نام	زبان کی مہارتیں				زندگی کی مہارتیں
		سننا/ بولنا	پڑھنا	لکھنا	اصناف/قواعد/صنائع بدائع/ اسلوب	سرگرمیاں/عملی کام
20	آج بھی قافلۂ عشق رواں ہے کہ جو تھا (غزل: فراقؔ گورکھپوری)	• نئے الفاظ اور محاروں کو اپنی گفتگو میں استعمال کرنا • اشعار کو یاد کرنا	• اشعار کو موزونیت اور آہنگ کے ساتھ پڑھنا	• نظم کی تفہیم کے بعد تشریح کرنا اور سوالات کے جوابات لکھنا	• استعارہ • لغوی اور مجازی معنی • تشبیہ • تمثیل	• غزل سرائی • بیت بازی

شاعر کے بارے میں

- فراقؔ گورکھپوری 1896 میں گورکھپور میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام رگھو پتی سہائے اور فراقؔ تخلص تھا۔ ان کی تعلیم الہ آباد میں ہوئی۔ بعد ازاں الہ آباد یونیورسٹی میں ہی انگریزی کے استاد مقرر ہو۔
- فراق گورکھپوری بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ انھوں نے غزل میں ہندوستانیت پر زور دیا ہے۔ انگریزی کی رومانوی شاعری اور سنسکرت کے کلاسیکی شاعری کے اثرات بھی ان کی غزل میں پائے جاتے ہیں۔ حسن وعشق اور انسانی تعلقات ان کے پسندیدیدہ موضوعات ہیں۔

اشعار کا مفہوم:

- آج بھی قافلۂ عشق رواں ہے کہ جو تھا
  وہی میل اور وہی سنگ نشاں ہے کہ جو تھا

اس مطلع میں شاعر قافلۂ عشق کے ماضی سے حال تک کی روداد بیان کرتا ہے کہ عشق کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گا۔ دوسرے مصرعے میں میل اور سنگ نشان راہ عشق کے مختلف پڑاؤ ہیں۔

- منزلیں گرد کی مانند اڑی جاتی ہیں
  وہی اندازِ جہاں گزراں ہے کہ جو تھا

اس شعر میں شاعر نے منزل بامعنی مقصد استعمال کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان کے لیے ماضی کی طرح منزلیں، منزلیں نہیں ہیں بلکہ وہ مقاصد ہیں جن کے پورا ہونے کے بعد سفر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یعنی تلاش وجستجو کی کوئی حد نہیں۔

- ظلمت و نور میں کچھ بھی نہ محبت کو ملا
  آج تک ایک دھندلکے کا سماں ہے کہ جو تھا

ظلمت یعنی بدنصیبی، جدائی اور نور یعنی روشنی، امید۔ ان متضاد کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ عشق کو ان دونوں سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ نامکمل وصل، مکمل جدائی۔ چنانچہ ایک دھندلکے کی کیفیت ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ جہاں نور وظلمت ایک ہوجاتے ہیں۔

- جان دے بیٹھے تھے اِک بار ہوس والے بھی
  پھر وہی مسئلہ سود وزیاں ہے کہ جو تھا

عقش ایک ایسا جذبہ ہے کہ کبھی کبھی ہوس والے بھی اس کے لیے جان دینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور ماضی میں بھی ہوتے رہے ہیں۔ ظاہر

ہے کہ یہ ہوس پرست سچے عاشق نہیں اور ان کے جان دینے سے ان کے جذبۂ عشق کی صداقت ثابت نہیں ہوتی۔ چنانچہ سچے عاشق اور بوالہوس کا مسئلہ جوں کا توں آج بھی موجود ہے۔

- دیکھ سکنے کی الگ بات، مگر حسن ترا
  دولت دیدۂ صاحب نظراں ہے کہ جو تھا

حسن کا دیدار، عام لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ عام لوگ تو حسن کی ظاہری کیفیات سے ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ ''حسن ترا'' کہہ کر اسے خاص بنادیا ہے کہ یہ حسن حقیقی بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اس کے جلوے یوں تو عام ہیں مگر اسے صرف صاحبِ نظر ہی دیکھ سکتے ہیں۔ حسن کی دید عام نہیں، خاص ہے۔

- تیرہ بختی نہیں جاتی، دل سوزاں کی فراقؔ
  شمع کے سر پہ وہی آج دھواں ہے کہ جو تھا

دل کو شمع سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح شمع کے جلنے، یعنی روشن ہونے پر اس کے سر پر دھواں یعنی اندھیرا رہتا ہے، اس طرح جلے ہوئے دل کی تیرہ بختی (اندھیرا) یعنی بدنصیبی ختم نہیں ہوتی۔

خاص باتیں

- اس غزل کی ردیف ''کہ جو تھا'' حال کو ماضی سے جوڑتی ہے اور یہ اس غزل کی انفرادیت ہے۔ اچھی ردیف شعر کے معنوی حسن میں چار چاند لگا دیتی ہے۔
- شعر میں دو متضاد الفاظ کے استعمال کو صنعت تضاد کہتے ہیں۔ مثلاً ظلمت ونور اور سود وزیاں۔
- لفظ کو لغوی معنی کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال کیا جائے تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔
- ترکیب دو یا دو سے زیادہ بامعنی الفاظ کو یکجا کرنے کا نام ہے۔

سمجھنے کی بات

- فراقؔ کی شاعری میں دل نشینی، تہہ داری کے علاوہ موسیقیت بھی خوب ہے۔ وہ روزمرہ اور محاوروں کا استعمال خوبصورتی سے کرتے ہیں۔ متضاد الفاظ و کیفیات سے لطف اور بڑھا دیتے ہیں۔

غور کرنے کی باتیں

- پہلے شعر میں قافلۂ عشق اور سنگ نشان استعاراتی تراکیب ہیں۔
- دوسرے شعر میں انداز جہاں دگراں عمدہ ترکیب ہے۔
- پانچویں شعر میں 'دیکھنے' کے فعل کے ساتھ 'سکنا' کا فعل استعال کر کے مختلف افراد کی دیکھنے کی صلاحیت پر اظہار خیال کیا ہے۔

اپنی جانچ آپ کیجیے:

1۔ ظلمت کا متضاد لکھیے:
(a) نور
(b) تجلّی
(c) تاریکی

2۔ تشبیہ کیا ہے؟
(a) مشترک اشیا کی تلاش اور اس کے اظہار کا نام ہے
(b) تقابل کا نام ہے
(c) دو چیزوں کو الگ الگ بیان کر دینے کا نام ہے

3۔ اس غزل کا جو شعر پسند آیا ہو، اسے لکھیے اور پسندیدگی کی وجہ بتائیے۔